سوات آپریشن کس کے ایماء پر......؟

امیر محترم سینیٹر **پروفیسر ساجد میر** کا یہ انٹرویو ملک کے معروف جریدہ نوائے وقت کے سنڈے میگزین ''ندائے ملت'' کے 24 مئی کے شمارہ میں شائع ہوا، عالمی وملکی حالات وسیاست سے متعلق تجزیوں اور تبصروں پر مبنی یہ مفصل انٹرویو جس میں جماعتی نقطہ نظر بھی بیان ہوا ہے افادۂ عام کیلئے قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ندائے ملت: حالیہ سوات آپریشن کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں اور آپ کے خیال میں اس آپریشن کے کیا نتائج برآمد ہوں گے؟

ساجد میر: حالیہ سوات آپریشن کا ایک طویل پس منظر ہے۔ بنیادی طور پر ہر جمہوری مزاج رکھنے والا شخص تو یہی کہے گا کہ مسائل کا حل افہام وتفہیم اور مذاکرات میں ہے، تشدد، زبردستی، دھونس اور گولی میں نہیں۔ لیکن یہ مسئلہ تھوڑا سا پیچیدہ ہے کیونکہ ایک طرف اگر حکومت کی کوتاہیاں ہیں تو دوسری طرف پاکستانی طالبان یا ان کے ساتھیوں کی بھی کوتاہیاں ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ پاکستان کے دشمن اس پوری صورت حال کو ایکسپلائٹ کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں جس وجہ سے یہ مسئلہ بڑا پیچیدہ ہو گیا ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اس مسئلے کو خراب کرنے میں ہمارے خفیہ اداروں کی ناکامی کا بہت بڑا دخل ہے۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے تو سوات کے لوگوں کا سیدھا سادا مطالبہ تھا کہ یہاں قاضی کورٹس ہوں اور سستا اور فوری انصاف ملے۔ اسے آپ اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کہہ لیں یا انصاف کی فراہمی کا مطالبہ کہہ لیں۔ خاص طور پر جب فاٹا ریگولیشنز ختم ہوئے تو پھر ان لوگوں نے قاضی کورٹس کا مطالبہ کیا کیونکہ سوات میں پہلے بھی قاضی کورٹس تھیں۔ قاضی کورٹس کے حوالے سے بے نظیر اور نواز شریف کے دور میں بھی معاہدے ہوئے لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ حال ہی میں اے این پی جیسی سیکولر جماعت جسے شریعت تو شاید مطلوب نہیں لیکن امن مطلوب ہے، امن کیلئے انہوں نے خود اپنے بقول کڑوا گھونٹ بھرا اور سواتی عوام کے مطالبات کو منظور کیا، لیکن مرکزی حکومت نے امریکی دباؤ کے باعث اسے دو ماہ تک تاخیر کا نشانہ بنایا جس کی وجہ سے سوات کے لوگوں میں بے چینی اور بداعتمادی پیدا ہوئی۔ اس معاملے کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ یہ جو سوات کے لوگ ہیں جنہیں آج کل شدت پسند کہا جا رہا ہے، ان میں بھی تین طبقے ہیں:

ایک وہ طبقہ جو صرف شریعت کا نفاذ یا نظام عدل چاہتا ہے۔ اس کیلئے انہوں نے مجبوراً یا ردِ عمل میں ہتھیار اٹھائے لیکن غلط کیا ہے، بہر حال ان کا بنیادی مطالبہ اور سوچ دینی ہے۔

دوسرا طبقہ جرائم پیشہ افراد پر مشتمل ہے جنہوں نے محض اپنے مالی مفادات کیلئے طالبان کا روپ دھار رکھا ہے۔

اور تیسرا طبقہ دشمن قوتوں کے ایجنٹ ہیں جو بھارت اور امریکہ کی سر پرستی میں کام کر رہے ہیں اور ان کو بھارت ہی آگے لے کر آ رہا ہے۔

اب چونکہ اس علاقے میں مختلف طرح کے لوگ ہیں لہٰذا انہیں مختلف طرح ہی ڈیل کرنا چاہیے۔ اس ڈیلنگ کے حوالے سے رہنمائی صرف انٹیلی جنس ایجنسیوں سے ہی مل سکتی تھی۔ خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف دین کی بات کرتے ہیں لہٰذا انہیں اس حوالے سے ڈیل کیا جاتا اور جو دشمن کے ایجنٹ اور جرائم پیشہ لوگ ہیں ان کے ساتھ سختی سے نمٹا جاتا، لیکن ایسا نہیں ہوا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں ہماری انٹیلی جنس صحیح طرح سے کام نہیں کر سکی۔ اس کی بجائے پرویز مشرف وزیرستان اور فاٹا کے دیگر علاقوں میں امریکی انٹیلی جنس لے کر آئے اور اس کی رپورٹوں اور معلومات کی بنیاد پر قبائلی علاقوں میں آپریشن ہوتا رہا اور آگے بڑھتا رہا۔ اس کے علاوہ موجودہ مذاکرات سمیت قبائلی علاقوں میں جب بھی مذاکرات ہوئے تو امریکہ کی طرف سے بہت زیادہ دباؤ آیا کہ ختم کروان امن معاہدوں کو، تمہارے پاس بندے مارنے کے علاوہ اب اور کوئی آپشن نہیں ہے۔ اس بات کو پرویز مشرف نے بھی مانا اور زرداری نے بھی مانا۔ اس وجہ سے معاملات زیادہ خراب ہوتے گئے۔

دوسری بات یہ کہ یہاں پر سوات کے دیندار لوگوں کی کوتاہی بھی سامنے آئی ہے کہ جب امن معاہدہ ہو گیا تو انہیں چاہیے تھا کہ مل جل کر اسے کامیاب کراتے اور چھوٹے چھوٹے اعتراضات اٹھا کر اس کی راہ میں روڑے نہ اٹکاتے، لیکن اس کی بجائے وہ لوگ ہتھیار اٹھا کر اگلے علاقوں کو فتح کرنے کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ پھر انہوں نے جمہوریت، عدلیہ اور ملک کے تمام دیگر اداروں کے بارے میں اعتدال سے ہٹی ہوئی باتیں کیں جس کی وجہ سے جہاں ملک بھر میں ان کے خلاف غلط تاثر ابھرا وہیں حالات ان لوگوں کے حق میں چلے گئے جو اس معاہدے کے خلاف تھے، لیکن ان دوطرفہ غلطیوں اور کوتاہیوں کا آخری نتیجہ اللہ کرے اچھا ہو، لیکن آثار اچھے نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ فوجی قوت سے اس مسئلے کو فی الحال دبا دیا جائے لیکن اس کا ردعمل روکنا بہت مشکل ہے۔ دیکھیں، ایک سانحہ لال مسجد کے ردعمل سے ہم ابھی تک نکل نہیں پائے، خاص طور پر سوات کے علاقے میں۔ اب سوات،

کے 10 سے 20 لاکھ بلکہ اب پچیس سے تیس لاکھ لوگ بے گھر ہوئے جن میں بہت سارے بے گناہ مارے گئے جن کا مذکورہ بالا تینوں طبقوں میں سے کسی کے ساتھ تعلق نہیں۔ جو لوگ گھر سے بے گھر ہو جاتے ہیں انہیں بہتر سہولتیں بھی فراہم کی جائیں تو بھی ان کیلئے مطمئن زندگی بسر کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ کیمپوں کی زندگی ہے بے یارو مدد گار، راشن کیلئے ہاتھ پھیلا رہے ہیں، علاج معالجے کیلئے محتاج ہیں اور پھر اس علاقے کے لوگ دیندار ہیں، باغیرت ہیں، ان کی خواتین بھی پردے والی زندگی گزارنا پسند کرتی ہیں، اب نہ ان کا پردہ رہا، نہ روٹی رہی اور نہ گھر رہا۔ وہ لوگ اس وقت جس مصیبت میں ہیں ہم لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اب جو اس کا ردِ عمل ہوگا، اسی میں سے انتہا پسندوں اور دشمن کو انسانی مٹیریل ملے گا۔ میں دل سے کہتا ہوں کہ اللہ کرے میری یہ بات غلط ثابت ہو، لیکن جو حالات نظر آرہے ہیں وہ یہی کہہ رہے ہیں۔ پھر عرصۂ دراز تک ہم اس کے ردِ عمل سے باہر نہیں آسکیں گے جو ملک کیلئے بہت نقصان دہ ہے۔ وقتی طور پر آپریشن کا جو فائدہ ہو سکتا ہے، اس کے مقابلے میں نقصانات بہت زیادہ ہوں گے۔ پھر جس طرح لال مسجد والوں سے غلطیاں ہوئیں لیکن انہیں جو سزا دی گئی وہ ان غلطیوں سے کئی گنا بڑی تھی، اسی لئے وہ سزا بے جواز ہو کر رہ گئی، اسی طرح سوات کے دین دار طبقے سے جو کوتاہیاں سرزد ہوئیں، یہ ساری چیزیں پس منظر میں چلی جائیں گی کیونکہ جس شدت کے ساتھ آپریشن ہو رہا ہے، یہ ان کی غلطیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دے گا۔ اس سے پہلے لال مسجد میں جو آپریشن ہوا وہ بھی لال مسجد والوں کی غلطی کی وجہ سے نہیں بلکہ دباؤ اور پریشر کی وجہ سے ہوا۔ اس وقت بھی صرف ایک ہی بات پکڑی گئی کہ رِٹ آف گورنمنٹ بحال کرنی ہے۔ لیکن اس طرح مسئلہ حل نہیں ہوگا کیونکہ مشرقی پاکستان سے لے کر بلوچستان تک ہم تجربات کر چکے ہیں۔۔۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ موجودہ آپریشن بھی غلطیوں کی وجہ سے نہیں بلکہ پریشر کی وجہ سے ہو رہا ہے اور اگر آپریشن اتنا ہی ضروری ہے تو پھر محدود پیمانے پر کیا جاتا۔ اتنے وسیع آپریشن کا نتیجہ تو نقصان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ نواز شریف نے تجویز دی کہ آل پارٹیز کانفرنس بلائی جائے اور قومی لائحہ عمل طے ہو، تو وہ کیوں نہیں ہونے دی گئی، زرداری کی امریکہ یاترا سے پہلے، اس لئے کہ وہ ایک قومی مینڈیٹ لے کر امریکہ نہ جائیں اور امریکہ جو چاہے ان سے منوالے۔ پارلیمنٹ میں اس حوالے سے بحث ہونی تھی لیکن وہ بھی نہیں ہونے دی گئی۔ ویسے تو یہ پارلیمنٹ کی بالادستی کا جھنڈا اٹھاتے ہیں لیکن وہ آپریشن جس کے نتائج ہمیں بلا مبالغہ بیسیوں سال تک بھگتنے پڑیں گے، اس کے بارے میں پارلیمنٹ میں بحث ہی نہیں ہونے دی گئی۔ ایک وزیر اعظم کی تقریر ہوگئی، دوسرا اوپر سے حکم آگیا اور آپریشن شروع ہو گیا۔

ندائے ملت: یہ آپریشن کا حکم کہاں سے آیا؟؟

ساجد میر: حکم امریکہ سے آیا اور کہاں سے آنا تھا۔

ندائے ملت: جب بھی قبائلی علاقوں میں آپریشن شروع کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ حکومتی رِٹ چیلنج کی جا رہی ہے۔ کیا صرف صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں میں ہی حکومتی رِٹ چیلنج کی جاتی ہے؟

ساجد میر: دیکھیں رِٹ کی رَٹ تو یہ تب لگائیں جب ان تمام علاقوں میں منصفانہ طور پر ایک ہی ہاتھ یا ایک طریقے سے ڈیل کیا جائے جہاں حکومتی عملداری کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ اب 12 مئی 2007ء کو کراچی میں حکومتی رِٹ چیلنج ہوئی، لوگوں نے قانون ہاتھ میں لیا اور خون کی ندیاں بہائیں لیکن ابھی تک اس کا کوئی نتیجہ نکلا ہے نہ ہی مجرم پکڑے گئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ کراچی میں حکومتی رِٹ چیلنج ہوئی اور ایم کیو ایم نے وہاں من مانی کی ہے لیکن اس کا تدارک کرنے کیلئے سوچا بھی نہیں گیا۔ پھر بلوچستان میں اس وقت بہت سی قوتوں کی انوالومنٹ سامنے آچکی ہے۔ وہاں اس وقت سکولوں میں قومی ترانہ نہیں پڑھنے دیا جارہا، قومی پرچم نہیں لہرانے دیا جارہا تو حکومتی رِٹ کیلئے اس سے بڑا چیلنج اور کیا ہوگا، لیکن وہاں یہ سب نہیں ہورہا کیونکہ انہیں اندازہ ہوچکا ہے کہ اگر وہاں مزید طاقت استعمال کی گئی تو زیادہ نقصان ہوسکتا ہے۔ دیکھیں، زبردستی سے نہ تو رِٹ بحال ہوگی اور نہ ہی مسئلہ حل ہوگا۔

ندائے ملت: اس وقت طالبان کو عالمی امن کیلئے خطرہ قرار دیا جارہا ہے۔ آپ کے خیال میں طالبان کی حقیقت کیا ہے؟

ساجد میر: میں سمجھتا ہوں کہ افغان طالبان اور پاکستانی طالبان مختلف ہیں۔ افغان طالبان میں بھی ایک مخصوص فقہ کی پابندی، اس کا نفاذ اور سوچ ہے اور کچھ تشدد پسندی بھی ہے، لیکن اتنی نہیں جتنی پاکستانی طالبان کے اندر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستانی طالبان کے اندر بیرونی ہاتھوں میں کھیلنے والی بات بہت زیادہ ہے اور ان میں سے زیادہ تر لوگ دانستہ یا نادانستہ بیرونی ایجنڈے پر کام کررہے ہیں۔ ان میں وہ طبقہ بھی ہے جو واقعی دین کا نفاذ چاہتا ہے لیکن معاملات اب اس طبقے کے ہاتھ میں نہیں رہے بلکہ معاملات ان لوگوں کے ہاتھ میں آگئے ہیں

جو کسی اور کی گیم کھیل رہے ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ افغان طالبان جیسے دین پسند ہیں۔

ندائے ملت: بعض حلقوں کے مطابق پنجاب میں طالبان کی مخالفت کی آڑ میں دیوبندی بریلوی اختلافات کو ہوا دے کر فرقہ واریت پھیلائی جارہی ہے۔کیا آپ اس بات سے متفق ہیں؟

ساجد میر: اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم کرے، لیکن دشمن اور اس کے ایجنٹوں کا اگلا ٹارگٹ اب پنجاب ہی ہے۔اگر چہ پنجاب میں بھی اکا دکا واقعات ہوتے رہے ہیں لیکن مجموعی طور پر اب بھی اسے امن کا گہوارہ کہا جاسکتا ہے۔ دشمن طاقتیں ابتدا میں یہی حربے استعمال کرتی ہیں، فرقہ وارانہ اختلافات کو ابھارنا، نسلی اختلافات کو ابھارنا......تو یہ حربے استعمال کرنے کا آغاز انہوں نے کردیا ہے۔اب یہ دینی وسیاسی قیادت کی دانشمندی کا امتحان ہے کہ وہ کہاں تک اس معاملے کو سنبھالتے ہیں۔

ندائے ملت: موجودہ حکومت نے جو روش اختیار کررکھی ہے، آپ کے خیال میں نواز شریف اور کتنا عرصہ موجودہ سیٹ اپ کے ساتھ چل سکیں گے؟

ساجد میر: موجودہ سیٹ اپ کے ساتھ چلنے کا بار بار اعلان وہ اس لئے کرتے ہیں کیونکہ حالات کافی گھمبیر ہیں اور ملک کو مشکل میں نہیں ڈالا جاسکتا۔کسی تحریک یا مڈ ٹرم الیکشن کی بات اس وقت ملک افورڈ نہیں کر سکتا۔مشکل سے یہ ججوں کی بحالی کا مسئلہ حل ہوا ہے۔اس وقت بھی خاصے خطرات تھے کہ تحریک کی صورت میں فوری فائدہ ہوگا یا نہیں، لیکن نقصان کا بھی بڑا اندیشہ تھا۔مگر اس وقت بھی رسک لینا پڑا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہیں تھا۔اس لئے اب حتی الامکان کوشش یہی ہے کہ کوئی نیا مسئلہ پیدا نہ ہو کہ کہیں حکومت کیلئے مسئلہ پیدا کرتے کرتے ملک کیلئے مسئلہ پیدا نہ ہوجائے۔لیکن اگر حکومت نے یہی روش اختیار کئے رکھی اور وہ امریکی ڈکٹیشن پر چلتی رہی تو کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کیا ہوگا اور سیاسی قیادت کیا لائحہ عمل اختیار کرے گی؟ جو مجھے نظر آتا ہے وہ تو یہ ہے کہ وہ آخری حد تک تو صبر اور انتظار کریں گے، لیکن اگر کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا تو پھر وہ اپنی جماعت اور اتحادی پارٹیوں کے ساتھ مشاورت کے بعد ہی کوئی لائحہ عمل طے کریں گے۔

ندائے ملت: حکومت مشرف کا احتساب ضروری نہیں سمجھتی جب کہ نواز شریف مشرف کو کٹہرے میں دیکھنا

چاہتے ہیں۔ایسے ہی اور بھی بہت سے اختلافی امور ہیں جن کی بنا پر بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ غیر فطری اتحاد قوم کو بے وقوف بنانے کیلئے ہے۔آپ اس بابت کیا فرماتے ہیں؟

ساجد میر: ان باتوں سے قوم کو بے وقوف تو نہیں بنایا جاسکتا، نہ ہی یہ اتحاد اس مقصد کیلئے ہے۔ یہ تو انتہا پسندی کی باتیں ہیں۔ یہ تو حالات کا تقاضا ہے کہ سیاسی پارٹیوں میں زیادہ کشمکش پیدا نہ ہو، لیکن جیسا میں نے پہلے کہا کہ اگر ایسا موڑ آجاتا ہے جہاں کسی پارٹی کو سٹینڈ لینا پڑ جاتا ہے تو پھر وہ مجبور ہو کر ہی یہ قدم اٹھائے گی اور شاید بادلِ نخواستہ سٹینڈ لے گی۔لوگوں کو بے وقوف بنانے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ ملک کی بقا اور سلامتی کا ہے۔

ندائے ملت: ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین طالبانائزیشن کو کراچی کیلئے خطرہ قرار دیتے ہیں۔آپ کے خیال میں کراچی کو اصل خطرہ کس سے ہے؟

ساجد میر: کراچی کو شدت پسندی سے خطرہ عرصہ دراز سے ہے اور یہ سب کو پتہ ہے کہ وہ شدت پسندی کون کرتا رہا ہے اور تشدد کے کھیل کون کھیلتا رہا ہے؟

ندائے ملت: موجودہ حکومت نے بھارت کے ساتھ جو نرم پالیسی اپنائی ہے، آپ کے خیال میں اس کے کیا نتائج برآمد ہوں گے؟

ساجد میر: یہ پالیسی بھی پرویز مشرف کی ہی ہے جو ابھی تک جاری ہے۔اس نرمی کی وجہ سے کشمیر پر ہمارے تاریخی موقف کو نقصان پہنچا۔ پانی کے مسئلے میں ہم نے نقصان اٹھایا اور مسلسل اٹھا رہے ہیں۔ وہ ہمارے دریاؤں پر بند باندھے جارہے ہیں۔ اسی طرح بھارت میں ہونے والے ہر ناخوشگوار واقعہ کی ذمہ داری ہمارے سر تھوپ دی جاتی ہے جب کہ جن تخریبی سرگرمیوں میں واقعی بھارت ملوث ہے، ہم ان کے بارے میں بھی بات نہیں کرتے۔ پھر اس حد تک چلے جانا کہ بھارت سے ہمیں کبھی خطرہ رہا ہے اور نہ ہے، یہ وہ نرمی ہے جو ہمارے قومی مفادات کو شدید ترین نقصان پہنچا رہی ہے۔اس نرم پالیسی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ دیکھیں، دشمن کو جب تک سمجھا نہ جائے اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اور انڈیا نے تو ہر معاملے میں ہمارے ساتھ دشمنی کی ہے اور اب بھی وہ بلوچستان میں بھی فاٹا اور مالاکنڈ میں بھی۔لہٰذا اس نرمی کو اب خیر باد کہنا چاہیے اور انہیں کم از کم یہ احساس ضرور دلانا

چاہیے کہ ہم آپ کے کھیل کو سمجھ بھی رہے ہیں اور اس کا مقابلہ کرنے کیلئے بھی تیار ہیں۔

ندائے ملت: موجودہ حکومت کا مستقبل آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟؟

ساجد میر: مرکزی حکومت کہیں............

ندائے ملت: جی! مرکزی حکومت کی ہی بات کر رہا ہوں۔

ساجد میر: میں سمجھتا ہوں کہ ابھی فوری خطرہ تو نہیں ہے موجودہ حکومت کے جانے کا، لیکن اس کا فیصلہ آئندہ چار سے چھ ماہ کی کارکردگی پر ہوگا کہ یہ حکومت مزید آگے چلے گی کہ نہیں۔

ندائے ملت: موجودہ حکومت نے بھی دینی مدارس کے خلاف ایکشن کی باتیں شروع کر دی ہیں۔ آپ کے خیال میں دینی قیادت کو اس کے تدارک کیلئے کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے؟

ساجد میر: نعوذ باللہ یہ "وحی" بھی کیپیٹل ہل سے ہی اتری ہے اور صدر صاحب نے اتنا بھی انتظار نہیں کیا کہ میں پاکستان واپس آ کر کسی طریقے سے یہ بات کروں۔ انہوں نے اپنے آقاؤں کو راضی کرنے کیلئے وہیں کھڑے کھڑے بیان جاری کر دیا اور کہا جا رہا ہے کہ جدید نصاب رائج کرنے کی ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ مدارس تو اس مقصد کیلئے بنے ہی نہیں ہیں، یہ تو دینی تعلیم کی سپیشلائزیشن کیلئے بنے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایک عالم دین کو جدید علوم سے بھی کچھ نہ کچھ واقفیت ہونی چاہیے لیکن اگر آپ انہیں صرف جدید علوم ہی پڑھانا شروع کر دیں تو پھر اصل مقصد تو پیچھے رہ جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ دینی مدارس انگریز کے دور سے لے کر آج تک آزاد رہے ہیں اور آزادی سے کام کرتے ہیں۔ اگر انہیں حکومتی کنٹرول میں لیا گیا تو وہ بھی محض عام سکولوں کی طرح ہو جائیں گے اور وہ مقصد پورا نہیں کر سکیں گے جس کیلئے وہ بنائے گئے۔ اتحاد تنظیماتِ مدارس دینیہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہم نے مشرف کے آمرانہ و جابرانہ دور میں بھی اس کی بھرپور مخالفت کی ہے اور اب بھی ان شاء اللہ کریں گے۔

ندائے ملت: کیا متحدہ مجلس عمل کے دوبارہ زندہ ہونے کی امید کی جا سکتی ہے؟

ساجد میر: موجودہ ملکی اور عالم اسلام کے حالات کی وجہ سے تمام دینی پارٹیاں ایک متفقہ پلیٹ فارم کی

ضرورت تو محسوس کر رہی ہیں جو کہ کچھ سابقہ تجربات کی بنا پر ابھی تک ممکن نہیں ہو سکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مستقبل قریب میں اس کیلئے ایک بھرپور کوشش پھر ہونے والی ہے۔ اللہ کرے کوئی بہتر فورم بن سکے۔

ندائے ملت: پاکستان کے اندرونی معاملات میں امریکہ کی بے جا مداخلت روکنے کیلئے ہمیں کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے؟

ساجد میر: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کیلئے ہمارے حکمرانوں میں ہمت اور غیرت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ امریکیوں سے جس طرح ڈکٹیشن لیتے ہیں وہ غیرت کے منافی ہے۔ دوسری اہم بات ہمارا معاشی طور پر مضبوط ہونا ضروری ہے کیونکہ معاشی خودمختاری کے بغیر سیاسی خودمختاری حاصل نہیں کی جا سکتی۔

ندائے ملت: ایم ایم اے کے ٹوٹنے کی ایک بڑی وجہ مولانا فضل الرحمٰن اور قاضی حسین احمد کے درمیان اختلافات ہیں۔ آپ چونکہ پہلے بھی ثالثی کا کردار ادا کرتے رہے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے کہ ان دونوں جماعتوں کے مابین فاصلہ کیسے دور کیا جا سکتا ہے؟

ساجد میر: یہ بس بد اعتمادی کا بحران ہے۔ میرے خیال میں تمام جماعتوں کی قیادت ایک بار پھر مل کر بیٹھے اور ایک نیا معاہدہ کیا جائے کہ ہم ایک دوسرے کی رائے کا احترام کریں گے۔ دوسری بات یہ کہ اب اگر کوئی فورم بنے تو اس کا کینوس محدود ہونا چاہیے کیونکہ جتنا کینوس محدود ہو گا وہ فورم اتنا ہی دیرپا ہو گا۔ لائحہ عمل یہ ہونا چاہیے کہ اندرون و بیرون ملک جتنے دینی چیلنجز ہیں، ہم مل کر ان کا سامنا کریں گے، کیونکہ مل کر الیکشن لڑنے اور سیاست کرنے سے ہی پہلے بھی اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔

ندائے ملت: بعض حلقوں کے مطابق جس طرح مشرف نے ایم ایم اے کو سرحد حکومت دے کر اس کا منہ بند کرا دیا تھا، اسی طرح ''ن'' لیگ کو پنجاب حکومت دے کر اس کا بھی منہ بند کرایا گیا ہے۔ کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟

ساجد میر: پنجاب میں ''ن'' لیگ کو حکومت پی پی نے خیرات میں تو نہیں دی۔ یہ تو ''ن'' لیگ کی عددی برتری تھی جس کے باعث ان کے بغیر حکومت بن سکتی تھی نہ چل سکتی تھی۔

ندائے ملت: کیا چیف جسٹس کی بحالی سے عدلیہ آزاد ہوگئی ہے اور کیا این آر او دوبارہ زیر بحث آسکتا ہے؟

ساجد میر: چند ججوں کی بحالی کی وجہ سے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ عدلیہ مکمل طور پر آزاد ہوگئی ہے، لیکن یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ایک اچھی بنیاد پڑگئی ہے اور اس حوالے سے مزید پیش رفت ہوسکتی ہے۔ جہاں تک این آر او کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ان معاملات کو فوری طور پر چھیڑنا نہیں چاہیے۔ اپنے قدم مضبوطی سے جمانے کے بعد ملکی حالات کو دیکھتے ہوئے ہی ایسے معاملات پر ہاتھ ڈالا جاسکتا ہے۔

ندائے ملت: آپ کے خیال میں موجودہ حکومت 58-2B اور سترہویں آئینی ترمیم کے خاتمے میں کس حد تک سنجیدہ ہے؟

ساجد میر: میں سمجھتا ہوں کہ زرداری صاحب جیسے آدمی تو اپنی خوشی سے اختیارات سے دستبردار نہیں ہو سکتے، میں زرداری صاحب کی حد تک بات کررہا ہوں، لیکن ان کے قریبی حواریوں اور ساتھیوں کو چھوڑ کر پیپلز پارٹی سمیت تمام سیاسی جماعتیں جن میں ''ق'' لیگ بھی شامل ہے کیونکہ اس کو ان معاملات سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دل سے چاہتی ہیں کہ 58-2B اور سترہویں ترمیم کا خاتمہ ہو، اس لئے زیادہ عرصہ تو اسے نہیں روکا جاسکے گا۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ صدر صاحب بڑی خوشی سے اس کارِ خیر میں شریک ہوں گے تو اس کی توقع نہیں ہے۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے مدیر التعلیم چوہدری محمد یٰسین ظفر کو صدمہ

ممتاز ماہر تعلیم جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے مدیر التعلیم چوہدری محمد یٰسین ظفر کی پھوپھی محترمہ یکم جون بروز سوموار وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت صالحہ، دیندار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ رئیس الجامعہ نے چوک اہل حدیث میں نماز جمعہ کے بعد ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

لکی کولیکشن مین بازار جہلم کا افتتاح

جہلم کے مشہور تاجر خاندان شیخ محمد جاوید (صائمہ کلاتھ سنٹر) جو کہ مرکزی انجمن تاجران کے نائب صدر ہیں کے چھوٹے بھائی شیخ محمد بشارت نے اپنے بیٹوں شیخ احتشام اور شیخ ہارون سے مل کر مورخہ 15 مئی بروز جمعۃ المبارک کو مین بازار جہلم میں ''لکی کولیکشن'' کے نام سے اپنا کاروبار شروع کیا ہے۔ جس کا افتتاح رئیس الجامعہ نے کیا۔ اس موقع پر ''اسلامی تجارت کی برکات'' کے موضوع پر انہوں نے مختصر خطاب کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں خیر و برکت فرمائے۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں کاروباری حضرات نے شرکت کی۔